سید محمد معاویہ بخاری

طول اقتدار کی نئی منصوبہ بندی اور مشترکات

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد آغاز ہونے والی یک طرفہ War on Terror امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے دو صدارتی ادوار پر محیط ہے، جبکہ مستقبل کے توسیع پسندانہ عزائم اور منصوبہ بندی کے حوالہ سے اگر دیکھا جائے تو لگتا یہ ہے کہ بش انتظامیہ کی جنگی حکمت عملی کا سلسلہ دراز ہوتا ہوا آئندہ کئی برسوں یا پھر کم از کم صدر بش کے تیسرے دور اقتدار تک ضرور چلا جائے گا۔ یہ بات شاید کچھ لوگوں کیلئے نئی اور عجیب ہو مگر عالمی بساط سیاست پر گہری نظر رکھنے والے تصدیق کر رہے ہیں کہ Preemptive doctorine کے موجد اب ایک نئی اصطلاح Constructive chaos پر عمل درآمد کیلئے بڑی سنجیدگی سے کام کر رہے ہیں۔ اس وقت امریکہ میں برسر اقتدار انتہا پسند لابی New Cones کا تجویز کردہ وہ منظر نامہ جس کے خدوخال ابھی وائٹ ہاؤس اور پینٹا گون کی سازش گاہوں میں ترتیب پا رہے ہیں اس کی سرسراہٹ امریکی ایوانوں میں بھی محسوس کی جانے لگی ہے۔ نومولود اصطلاح کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ کثیر الجہتی اور وسیع المعنی اصطلاح ہے جس کا اطلاق دشمن سے نمٹنے اور مشکل حالات کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کے لئے ہوگا یعنی غیر معمولی صورت حال کے پیش نظر کچھ فیصلوں کو کالعدم قرار دے کر مستقبل کے مفادات میں ''تعمیری بدنظمی'' کا راستہ اختیار کر کے غیر معمولی فیصلے کرنا ہوں گے۔

ماہرین کے مطابق امریکی آئین میں یہ گنجائش موجود ہے کہ اگر حکومت وقت یا صدر امریکہ یہ محسوس کرے کہ ملک وقوم کے مفاد میں اس کی پالیسیوں کا تسلسل ناگزیر ہے اور غیر معمولی حالات بھی درپیش ہوں تو وہ اپنی دوسری مدت صدارت ختم ہونے کے بعد تیسری مدت کے لئے صدر منتخب ہونے کا غیر معمولی فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور اسکے لئے دو مدتی عمومی ضابطے اور قانون کو عارضی طور پر کالعدم قرار دیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس وقت صورت حال بعینہ یہی بنتی نظر آ رہی ہے کہ صدر بش اپنی پالیسیوں میں نہ صرف تسلسل چاہتے ہیں بلکہ دہشت گردوں سے نمٹنے کے لئے آئین وقانون کے تحت مزید اختیارات کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔ صدر بش کے انٹرویوز، ہفتہ وار قومی خطاب اور اہم قومی دنوں کے علاوہ دیگر کئی مواقع پر دیئے گئے بیانات میں امریکی قوم کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے حکمرانوں اور عوام کو جو پیغام دیا جا رہا ہے اس کا مرکزی نکتہ بھی دہشت گردی کے خلاف غیر معینہ مدت تک جنگ جاری رکھنے کے عزم پر مشتمل ہے۔ تجزیہ نگاروں کے مطابق برسر اقتدار New Cones طے کر چکے ہیں کہ مستقبل کی منصوبہ بندی Constructive Chaos (یعنی تعمیری بدنظمی) کے کلیہ کے تحت ہی کی جائے گی۔ اور اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ ''وار اون ٹیرر'' جو اگلے مرحلوں میں منتقل ہونے جاری ہے پوری قوت سے جاری وساری رہے گی اور اس کے مقررہ اہداف میں کوئی ردوبدل نہیں کیا جائے گا خواہ اس کے لئے کوئی بھی قیمت

کیوں نہ چکانا پڑے۔ صدر بش بار بار کہہ رہے ہیں کہ امریکہ اس وقت غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہے اس لئے امریکہ میں بدستور ہنگامی حالت نافذ رہے گی، صدر بش کا کہنا ہے کہ دہشت گردوں کے خلاف پانچ سالہ جنگی حکمت عملی نے ہمارے عزائم کو نہ صرف تقویت دی ہے بلکہ اس یقین کو بھی مستحکم کر دیا ہے کہ ہماری پالیسیاں صحیح سمت میں جارہی ہیں۔ صدر بش کے بقول ہم نے بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں ہمارے ناقدین کو ان بے مثال کامیابیوں پر بھی ایک نظر ضرور ڈالنی چاہئے۔ ہم نے اپنے حلیف ممالک کے تعاون سے دہشت گردوں کے خفیہ ٹھکانوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ ان میں سے اکثر کو گرفتار کیا ہے اور کئی مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے ہیں۔ ہم پاکستان اور صدر مشرف کے کردار کی بھی تعریف کرتے ہیں جن کے مثبت تعاون سے دہشت گردوں کے گرد گھیرا تنگ کیا جا سکا۔ ہم افغانستان اور عراق میں ایک ایسے دشمن سے لڑ رہے ہیں جو سخت جان ہے اور جس نے پوری دنیا میں اپنی جڑیں پھیلا رکھی ہیں۔ ہمیں ان جڑوں کو کاٹنا ہوگا اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے ایک طویل جدوجہد کرنا ہوگی امریکی افواج کو مزید قربانیاں دینا پڑیں گی۔ ہم جیتیں یا دشمن، اس فیصلہ تک دہشت گردوں کے خلاف جنگ جاری رہے گی۔

تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ صدر بش کے مندرجہ بالا بیانات ان کے طولِ اقتدار کی منصوبہ بندی پر مشتمل نئی اصطلاح Constructive Chaos کا اہم جزو ہیں اور وہ امریکی عوام کے علاوہ پوری دنیا کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ شاید وہ غیر معمولی صورت حال دنیا میں رونما ہونے والے متعدد خونریز واقعات کے بعد پیدا ہو چکی ہے یا آنے والے دنوں میں ہو جائے گی جس کے تحت ان کا تیسری مدت کے لئے برسر اقتدار رہنا ضروری ہو جائے گا۔ دوسری طرف عالمی سطح پر گزشتہ پانچ برسوں کے دوران رونما ہونے والے تشدد آمیز واقعات اور بش انتظامیہ کی مجموعی کارکردگی زیر بحث ہے۔ وار اون ٹیرر کے منطقی انجام سے باخبر دانشور اور سیاسی تجزیہ نگار صدر بش، ان کے رفقاء اور امریکی حلیف ممالک کی پالیسیوں کو پوری شدومد سے ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔ ان کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ امریکی قیادت کی جارحانہ پالیسیوں کے نتیجہ میں دنیا کتنی محفوظ یا غیر محفوظ ہو چکی ہے؟ دہشت گردوں کو شکست دینے اور امن عالم قائم کرنے کے حوالہ سے امریکی حکومت اپنے دعوؤں میں کسی حد تک کامیاب رہی ہے؟ سنجیدہ فکر حلقوں میں اس حوالے سے بھی تشویش بڑھ رہی ہے کہ اگر مستقبل میں بھی جبر و طاقت کے ناروا استعمال کی پالیسیاں جاری رہیں تو اس کے نتائج کیسے ہولناک ہوں گے؟ ایک طرف افغانستان وعراق میں بڑھتی ہوئی مزاحمت امریکہ اور اس کی اتحادی افواج کے لئے دہشت وخوف کی صورت حال پیدا کر رہی ہے تو دوسری طرف امریکی حلیف ممالک میں امریکہ اور مغرب مخالف جذبات کی آگ شدید تر ہوتی جارہی ہے۔ حلیف حکومتوں کے لئے امریکی حمایت کے ساتھ طویل عرصے تک ایک ہی نہج پر چلنا اور ایک ہی جیسی پامال اصطلاحوں کا سہارا لے کر تشدد آمیز پالیسیوں کو اپنے ملکوں میں جاری رکھنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا جا رہا ہے اور اس کا ایک بڑا ثبوت برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر ہیں جو صدر بش کے سب سے قریبی حلیف اور عملی معاون سمجھے جاتے ہیں انہیں برطانوی عوام کی اکثرت اور اپوزیشن پارٹیوں کی مخالفت کے علاوہ خود اپنی پارٹی کے سرکردہ افراد کی جانب سے بھی بدترین مخالفت کا

سامنا ہے، افغانستان وعراق میں تعینات برطانوی فوجیوں کی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں نے ٹونی بلیئر کے لئے اگلی مدت میں برسر اقتدار رہنے کے امکانات تقریباً ختم کر دیئے ہیں، حتیٰ کہ چند روز پہلے انہیں بادل نخواستہ اعلان کرنا پڑا ہے کہ وہ حتمی تاریخ کا تعین تو نہیں کر سکتے لیکن ایک سال کے اندر اپنا عہدہ چھوڑ دیں گے۔ اندرونی مخالفت کی یہی صورت حال کم وبیش ایک اور بڑے امریکی حلیف پاکستان کو بھی درپیش ہے۔ صدر جنرل پرویز مشرف کیلئے فرنٹ لائن سٹیٹ کے اعزاز کا دفاع کرنا روز بروز مشکل ہوتا جارہا ہے۔ صدر مشرف کا یہ فرمان کہ دہشت گردوں کے خلاف کارروائی ہم اپنے قومی مفاد میں کر رہے ہیں عوامی سطح پر زیادہ پسندیدگی سے نہیں دیکھا جاتا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جنوبی اور شمالی وزیرستان میں ہونے والی فوجی کارروائیوں کو خود حکمران جماعت کے کئی سرکردہ افراد کی حمایت بھی حاصل نہیں رہی۔ حکمران جماعت کی بقا کیونکہ صدر مشرف کے سایۂ عاطفت کی مرہون ہے اس لئے اپوزیشن جماعتوں کی طرح کھلے بندوں نہ سہی مگر دبے لفظوں میں ارکان جماعت ان خدشات کا اظہار کر رہے ہیں کہ ''وار اون ٹیررازم'' جو رخ اختیار کرتی جارہی ہے وہ پاکستان کے لئے بہتر نہیں ہے اور مستقبل میں اس کے ضرر رساں اثرات پاکستان کی سالمیت کے لئے خطرہ بن کر ایک وبال کی صورت ظاہر ہوتے رہیں گے اور ان مشکل حالات سے کسی بھی منتخب حکومت کے لئے نمٹنا ممکن نہیں رہے گا۔ عالمی تجزیہ نگار تسلیم کرتے ہیں کہ برطانیہ کی نسبت پاکستان کی مشکلات زیادہ ہیں، امریکہ مستقبل کی منصوبہ بندی میں پاکستان کے کردار کو منفی نہیں کر سکتا۔ عراق، ایران اور شام کے گھیراؤ کے لئے پاکستان کی اہمیت امریکی پالیسی سازوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ صدر مشرف کے قائم کردہ حکومتی سیٹ اپ کو نہ صرف باقی رکھیں بلکہ اس کی کھلی حمایت کا اعادہ بھی کرتے رہیں۔ عالمی تجزیہ نگار صدر مشرف کو بھی صدر بش کی طرح Constructive Chaos کی اصطلاحی ناؤ کا اہم سوار خیال کرتے ہیں۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ بات بالکل غیر منطقی ہوگی کہ صدر بش تو غیر معمولی صورت حال کے پیش نظر خود تیسری مدت کی صدارت سنبھالنے کے لئے تیار ہوں مگر سٹریٹجک اہمیت کے حامل وہ ممالک جن کے ذمہ وار اون ٹیرر کا بہت سا کام ابھی نمٹانا باقی ہو وہاں کے حلیف حکمران معزول کر دیئے جائیں؟ شاید اسی لئے صدر مشرف کے مزید پانچ سال باوردی صدر رہنے پر امریکی پالیسی سازوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے اور عین ممکن ہے کہ اس ضمن میں صدر مشرف کو امریکی انتظامیہ کی جانب سے کوئی گرین سگنل بھی مل چکا ہو۔ ورنہ صدر مشرف کے اگلے پانچ سال تک باوردی صدر رہنے کی بات حکمران جماعت کے سرکردہ افراد کی زبانوں پر ہرگز نہ آتی۔ تجزیہ نگار تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان کی کوئی بھی لبرل سیاسی جماعت ہزاروں یقین دہانیوں کے باوجود امریکی قیادت کو اس حوالے سے قائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی ہے کہ وہ مستقبل کی امریکی منصوبہ بندی کے مطابق کوئی سودمند کردار ادا کرنے کی اہل ہے چنانچہ زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے امریکی پالیسی سازوں کے لئے پچھلے پانچ سال میں انتہائی مشکل فیصلوں پر عملدرآمد کرنے والے صدر مشرف اور ان کے حکومتی سیٹ اپ سے بہتر کوئی آپشن نہیں ہے۔

طول اقتدار کی نئی منصوبہ بندی اور مشترکات کے عنوان سے تجزیہ نگار جو بات کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ صدر مشرف اور صدر بش کے بیانات میں غیر معمولی قدر مشترک پائی جاتی ہے۔ صدر بش اور ان کی New Cones لابی کے

لوگ دہشت گردوں کے خلاف مسلسل برسر پیکار رہنے پر بضد ہیں اور اس کے لئے آئندہ چار برس تک عہدہ صدارت اپنے پاس رکھنے کا غیر معمولی اور تاریخی فیصلہ بھی شاید کر چکے ہیں تو دوسری طرف صدر مشرف بھی عہدۂ صدارت چھوڑنے اور فوجی وردی اتارنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ صدر بش کی طرح ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ اس وقت ملک کو غیر معمولی حالات درپیش ہیں لہٰذا ملک کو نہ صرف ان کی بلکہ ان کی وردی کی بھی اشد ضرورت ہے۔ صدر بش کی طرح دہشت گردوں کے خلاف جنگ صدر مشرف کے ایجنڈے میں بھی سرفہرست ہے اور وہ امریکی قیادت کے دیگر مطالبات کے تحت روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے فروغ، انتہا پسندی کے خاتمہ اور طالبان کے خلاف مہم جوئی کے لئے بھی کمر بستہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اپنی پالیسیوں کے تسلسل کے لئے مزید ۵ برس تک عہدۂ صدارت اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ صدر مشرف کے حالیہ بیانات میں القاعدہ کا تذکرہ نسبتاً کم ہو گیا ہے اور شاید اس لئے کم ہو گیا ہے کہ صدر مشرف کے بقول انہوں نے پاکستان سے القاعدہ کے دہشت گردوں کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن طالبان کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ ان کے خاتمہ کیلئے کچھ مدت مزید درکار ہے کیونکہ طالبان کی جڑیں عوام میں ہیں۔ لہٰذا طالبان کی جڑیں کاٹنے کے لئے بھی مزید ۵ سال اقتدار کا تسلسل ضروری ہے۔

اگر Constractive Chaos کی اصطلاح کے مشترکات کے مطابق صدر بش اور صدر مشرف کے طول اقتدار کی منصوبہ بندی ہو چکی ہے تو پھر صدر مشرف جو ان دنوں دس روزہ طویل دورہ پر امریکہ پہنچ چکے ہیں وہ امریکی قیادت سے اپنے مستقبل کے کردار کے حوالہ سے ضرور بات چیت کریں گے۔ عجیب اتفاق ہے کہ اگر دونوں صدور آئندہ مدت کے لئے برسر اقتدار رہتے ہیں تو ان کے عہدۂ صدارت کی اگلی مدت ۲۰۱۲ء میں ختم ہوگی۔ یہ ایک اور قدر مشترک ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ۲۰۱۲ء تک ’’وار اون ٹیرر‘‘ کس فیصلہ کن مرحلہ تک پہنچے گی اور دونوں صدور غیر معمولی حالات کے تحت کئے جانے والے فیصلوں میں کس حد تک کامیاب ہو سکیں گے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501